کتب سماوی پر ایک نظر

(۹)

عہد جدید (اناجیل وغیرہم)

(از جناب ذوقی شاہ صاحب)

عقیدۂ تثلیث کے اسباب اور اُن پر ناقدانہ نظر

کتب عہد جدید کے تعلیم تثلیث سے معرا ہونے کی بابت پہلے بحث کی جا چکی ہے۔ آئیے اب عیسائی علماء کے اقوال پر نظر ڈالکر یہ معلوم کریں کہ ان لوگوں کو الوہیت مسیح کا مغالطہ کن اسباب سے ہوا اور وہ اسباب معقول پسند نگاہوں میں کیا وقعت رکھتے ہیں۔

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح القدس کے وسیلہ سے پیدا ہوئے (متی ۱: ۱۸) تو حضرت سارہ اور حضرت ربقہ دونوں بانجھ تھیں اور قوائے انسانی کے ذریعہ توالد و تناسل کی امید دونوں سے مفقود ہو چکی تھی۔ صرف خدا کے حکم سے اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے (پیدائش ۱۸: ۱۱-۲۵: ۲۱) حضرت یحییٰ کے پیدا ہونے کی بھی یہی شان ہے (لوقا ۱)

بنظلی ایل بن اوری کو بھی خدا روح اللہ فرما چکا ہے (خروج ۳۱: ۲ و ۳) پھر عیسیٰ علیہ السلام کے لیے اس معاملہ میں کیا خصوصیت رہی؟

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ مسیح بے باپ کے پیدا ہوئے تو ثبوت الوہیت کے لیے یہ بات کافی نہیں اگر ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا الوہیت کے منافی نہیں تو ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہونا بھی الوہیت کے منافی نہیں ہو سکتا۔ عیسائی علماء، حضرت عیسیٰ کو پورا خدا بھی کہتے ہیں اور پورا انسان بھی۔ لیکن از روئے عقل وہ پورے

انسان اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جبکہ اوصاف انسانی سے پورے طور پر متصف ہوں اور ماں اور باپ دونوں سے پیدا ہوئے ہوں۔ علاوہ بریں عیسائی عقیدہ کے مطابق پورے انسان کے لیئے ضروری ہے کہ سب انسانوں کی طرح وہ بھی گنہ گار ہو (رومیون ۳: ۹ تا ۱۲) اگر مسیح پورے انسان نہ تھے جو کہ ایک آسان تر کام ہے تو وہ پورے خدا کیسے ہو سکتے تھے جو کہ مشکل تر کام ہے؟ پھر یہ بھی غور طلب مسئلہ ہے کہ جب مسیح کے بے باپ کے پیدا ہونے پر الوہیت کا ان پر گمان ہو سکتا ہے تو آدم علیہ السلام پر یہ گمان کیوں نہ ہوا جو کہ بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوئے اور جنہیں خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا (پیدائش ۱: ۲۷) حوا علیہا السلام کا پیدا ہونا بھی کچھ کم تعجب خیز نہیں کیونکہ وہ بغیر ماں کے پیدا ہوئیں۔ ملک صدق کا حال بھی عجیب و غریب ہے جو توریت اور انجیل دونوں میں موجود ہے۔ عبرانیوں کے باب ۷ آیہ ۳ میں ہے کہ

"یہ (یعنی ملک صدق) بے باپ بے ماں۔ بے نسب نامہ جس کے نہ دنوں کا شروع نہ زندگی کا آخر مگر خدا کے بیٹے سے مشابہ ٹھیر کے ہمیشہ کاہن رہتا ہے"

توریت میں (پیدائش ۱۴: ۱۸ تا ۲۰) اور زبور (۱۱۰: ۴) میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔ علمائے اہل کتاب کے بیانات اسکے احوال میں بہت مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک فرشتہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ خود مسیح ہی تھا جو اسوقت بھی ظاہر ہوا۔ مگر یہ دونوں گمان غلط ہیں کیونکہ اگر وہ فرشتہ ہوتا تو کہانت سے اوسکو کیا تعلق اور خود اپنی ذات سے مسیح ہوتا تو مسیح کے مشابہ یا مسیح کے مانند ہونے کے کیا معنی؟ علمائے یہود کہتے ہیں کہ وہ نوح علیہ السلام کا دوسرا بیٹا سام تھا۔ مگر عبرانیون کے خط کی رو سے یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس خط میں تو ملک صدق کا بے باپ بے ماں اور بے نسب نامہ کے ہونا لکھا ہے مگر سام کے باپ کا نام نوح تھا اور اس کا نسب نامہ توریت میں درج ہے۔ بہر حال ملک صدق فرشتہ نہ تھا بلکہ ایک انسان تھا اور بقول انجیل کے اوس کے نہ باپ تھا نہ ماں نہ نسب نامہ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کے ماں بھی تھیں اور آپ کا نسب نامہ اناجیل میں دو موقعوں پر درج ہے۔

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ انجیل میں جا بجا عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے خدا کا لفظ آیا ہے تو اول تو اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ جہاں یہ لفظ آیا ہے وہاں اصلی عبرانی یا یونانی قدیم نسخوں میں بھی اسی طرح وارد ہوا ہے چنانچہ

اول مطاؤس باب ۳ آیہ ۱۶ میں یہ وارد ہوا ہے کہ "خدا جسم میں ظاہر کیا گیا"، اس کے متعلق گریسباخ کی تحقیقات یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ "خدا" کی جگہ "وہ" کا لفظ اصلی نسخوں میں ہے یعنی یوں ہونا چاہیئے کہ "وہ جسم میں ظاہر کیا گیا"، جس طرح یہاں کسی خدا گرنے "خدا" کا لفظ الحاق کر دیا اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی الحاق واقع ہوا ہو تو اب کوئی کیسے جان سکتا ہے۔ دوسرے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ عبرانی محاورہ میں اس زمانہ میں قاضیوں اور مفتیوں کو بھی خدا کہتے تھے۔ اسکاٹ صاحب بھی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کلام الٰہی میں مجسٹریٹ خدا کہلاتے تھے اور یہ لقب انھیں اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں خدا کے نائب تھے۔ چنانچہ کتب مقدسہ قدیم وجدید میں خدا کے لقب سے بندے متعدد جگہ مخاطب کئے گئے ہیں چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

"خدا کی جماعت میں خدا کھڑا ہے الٰہوں کے درمیان وہ عدالت کرتا ہے" (زبور ۸۲:۱)

"میں نے تو کہا کہ تم سب الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو" (زبور ۸۲:۶)

"میں نے تو کہا تم سب خدا ہو" (یوحنا ۱۰:۳۴)

"جبکہ اس نے انہیں جن کے پاس خدا کا کلام آیا خدا کہا" (یوحنا ۱۰:۳۵)

"پھر خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کے لیے خدا سا بنایا اور تیرا بھائی ہارون تیرا پیغمبر ہوگا" (خروج ۷:۱)

"اور تو (اے موسیٰ) اُس کے لیے (یعنی ہارون کے لیے) خدا کی جگہ ہوگا" (خروج ۴:۱۶)

"سارہ ابراہام کی فرمانبرداری کرتی اور اسے خداوند کہتی تھی" (۱-پطرس ۳:۶)

یوسف علیہ السلام نے اپنی بابت فرمایا کہ:۔

"خدا نے مجھ کو سارے مصر کا خداوند کیا" (پیدائش ۴۵:۹)

ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ توریت وانجیل میں "خدا" اور "خداوند" کے الفاظ عبد اور معبود دونوں کے

حق میں استعمال ہوئے ہیں اور یہ الفاظ صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی کے لیے مخصوص نہ تھے بلکہ دیگر بندگانِ خدا کے حق میں بھی استعمال ہوئے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال سے اُن لوگوں کی عبدیت میں فرق نہیں آتا اور اُن میں الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر اس مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو خدا کا بیٹا کہا ہے (یوحنا ۱۰: ۳۶ متی ۲۷: ۴۳) تو انجیل میں ساٹھ (۶۰) مقامات پر آپ اپنے کو ابن آدم بھی فرما چکے ہیں۔ جبکہ انجیلی اصطلاح میں (جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے) ہر شخص خدا ہے تو ہر انسان کا بیٹا بھی اس اصطلاح کے مطابق خدا کا بیٹا قرار پانا چاہیے۔ غالباً عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اندیشہ پیدا ہوا ہوگا کہ لوگ آپ کو بجائے خدا کا اصطلاحی بیٹا ہونے کے حقیقی بیٹا نہ سمجھنے لگیں اس لیے آپ نے اپنے آپ کو بار بار ابن آدم کہا تاکہ لوگ متنبہ رہیں اور آپ کو الوہیت سے متصف نہ کرنے لگیں۔ بائبل میں جہاں عام طور پر لوگوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے وہاں خاص خاص بندوں کے لیے بھی یہ پیار کا خطاب خاص طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ **ایوب** (۱: ۶ اور ۲: ۱) کی تفسیر میں **اسکاٹ** صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں "خدا کے بیٹوں" سے مراد پاک فرشتے ہیں۔ اور **ایوب** (۳۸: ۷) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مفسرین کے نزدیک یہاں "خدا کے بیٹوں" سے مراد انبیاء ہیں۔ **عبرانیوں** کے خط (۱: ۶) میں آدم علیہ السلام کو "خدا کا پہلوٹھا" بیان کیا گیا ہے۔ **لوقا** کے باب ۳ میں جو نسب نامہ درج ہے اُس کے آخر میں جہاں آدم کا نام آیا ہے وہاں آدم علیہ السلام کو خدا کا بیٹا لکھا ہے۔ **پیدائش** (۶: ۲) میں آدم علیہ السلام کے بیٹوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے۔ **گلتیوں** کے خط (۴: ۲۸) میں اسحٰق علیہ السلام "وعدے کے فرزند" بیان کئے گئے ہیں۔ **خروج** (۴: ۲۲) کی رو سے اسرائیل خدا کا پہلوٹھا اور پیارا بیٹا ہے۔ **یرمیاہ** (۳۱: ۹ و ۲۰) کے مطابق افرائیم خدا کا پہلوٹھا اور پیارا بیٹا ہے۔ **زبور** (۸۹: ۲۶ تا ۲۷) میں حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا کا بڑا بیٹا کہا گیا ہے۔ **اول تواریخ** (۲۲: ۱۰ اور ۲۸: ۶) اور ۲ **سموئیل** (۷: ۱۴) کی رو سے سلیمان علیہ السلام خدا کے فرزند ہیں۔ **استثناء** (۱۴: ۱) اور رومیوں کے خط (۹: ۴) کے بموجب جملہ اسرائیلی فرزندانِ خدا ہیں۔ رومیوں کے خط (۸: ۱۶) کی سند پر جملہ عیسائی فرزندانِ الٰہی ہیں۔ **متی** (۶: ۹ و ۱۸ اور

۷:۱۱) میں ہر خاص و عام کو خدا کا فرزند قرار دیا گیا ہے۔ اور یسعیاہ (۳۰:۱) کی عبارت گنہ گار لوگوں کو بھی خدا کا فرزند ظاہر کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی فرزندی سے الوہیت کو کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ابنیت کا خطاب مخصوص نہ تھا اور اس سے آپ کی الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔

اگر اس مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ یسوع کے لفظی معنی نجات دہندہ کے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کے جانشین حضرت یشوع علیہ السلام کے نام کے بھی یہی معنی ہیں اور حضرت یسعیاہ کے نام کے معنی خدا کی نجات کے ہیں لوگو یا معنی کے لحاظ سے اس نام میں بھی کوئی خصوصیت نہ رہی۔

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ آپ کا شفیع ہونا دلیل الوہیت سمجھ لیا گیا ہے تو زبور (۹۹:۶) اور یرمیاہ (۱۵:۱) میں حضرت موسیٰ اور حضرت سموئیل کو اور حزقی ایل (۱۴:۲۰) میں حضرت نوح حضرت دانیال اور حضرت ایوب کو بھی شفیع کہا گیا ہے۔ اور پیدائش (۱۸:۲۳ تا ۳۳) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھی شفاعت کرنے کا ذکر موجود ہے۔

اگر الوہیت مسیح کا گمان اس امر پر مبنی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کر دیئے تو بائیبل ہی میں اول سلاطین (۱۷:۲۲) میں ملاحظہ فرمالیجئے کہ حضرت الیاس نے بھی ایک مردہ لڑکے کو زندہ کر دیا تھا دوم سلاطین کے باب ۴ میں حضرت الیشع کا یہ عجیب و غریب واقعہ درج ہے کہ آپ نے ایک عورت سے جس کا شوہر بوڑھا تھا فرمایا کہ تو اسی وقت سے حساب شمار کرنا شروع کر دے اور جب دن پورے ہو جائیں گے تو ایک بیٹا تو گود میں لے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس معجزۂ عجیبہ کی برکت سے وہ عورت اپنے بوڑھے شوہر کے پاس گئی بھی نہ تھی کہ حمل شروع ہو گیا اس لڑکے کا شمار بھی ان ہی لڑکوں میں کرنا چاہیئے جو بے باپ کے پیدا ہوئے پھر جب جوان ہو کر یہ لڑکا مر گیا تو حضرت الیشع نے اسے زندہ بھی کر دیا۔ اسی کتاب یعنی دوم سلاطین کے ابواب ۴ و ۵ و ۶ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الیشع علیہ السلام نے اور بھی عجیب و غریب معجزات کا اظہار فرمایا مثلاً بیس ۲۰ روٹیوں اور ایک ٹوکری بھر اناج کی بالوں سے ننانوے انبیا زادوں کو پیٹ بھر کے کھانا کھلا دیا اور بچ رہا

ایک مبروص کو برص کی بیماری سے صحت دیدی - ایک تندرست شخص کو مبروص بنا دیا - لوہے کو پانی پر تیرا دیا عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی اس دنیا ہی کی زندگی میں مردوں کو زندہ کیا تھا مگر دوم سلاطین (۱۳ : ۲۱) کے بموجب حضرت الیشع کی مدفون لاش اور مردہ ہڈیوں نے ایک مردہ کو زندہ کر دیا - اعمال (۹ : ۳۶ تا ۴۳) میں درج ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری پطرس نے بھی ایک مردہ عورت کو جس کا نام تابیتھا تھا - زندہ کر دیا - اعمال (۲۰ : ۹ تا ۱۲) میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک لڑکا کوٹھے پر سے گر کے مر گیا تھا جس کا نام یوتخس تھا - اوسے پولوس نے زندہ کر دیا - جب بائیبل ہی نے مُردوں کے زندہ کرنے کا سہرا تنے بہت سے سروں پر باندھ دیا تو یہ صفت کسی کے لیے الوہیت کی دلیل کیسے ہو سکتی ہے - عیسائیوں کا کہنا ہے کہ مسیح نے جو معجزے دکھلائے وہ اپنی قدرت سے دکھلائے اور دوسرے نبیوں نے جو معجزے دکھلائے وہ مسیح کی طرف سے یعنی مسیح کی بخشی ہوئی قدرت سے دکھلائے مگر یہ لوگ اپنے اس قول کی تائید میں کوئی معقول دلیل پیش نہیں کرتے - یہ صرف اُن کا خیال ہی خیال ہے اور موجودہ تحریف شدہ بائیبل میں بھی اُن کے اِس خیال کی تائید میں ایک لفظ تک نہیں ملتا - نبیوں کے ہاتھ پر اللہ کی قدرت سے معجزات کا ظہور ہوتا رہتا ہے مگر اظہار معجزہ اظہار نبوت کے لیے لازمی نہیں - جب معجزات دلیل نبوت نہیں تو دلیل الوہیت کیونکر ہو سکتے ہیں ؟

اگر اس مغالطہ الوہیت کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہتے ہیں تو اس معاملہ میں بھی آپ تنہا نہیں - کیونکہ توریت کے بکثرت مقامات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی اور بنی اسرائیل کا ہر بادشاہ اور کاہنوں کا سردار ممسوح ہوتا تھا اور مسیح کیا جاتا تھا - چنانچہ دوم سموئیل (۱ : ۱۴) میں ساؤل کو مسیح کہا گیا - اول سموئیل (۱۶ : ۱۳) اور دوم سموئیل (۲۳ : ۱) میں داؤد علیہ السلام کو مسیح لکھا گیا - یسعیاہ (۴۵ : ۱) میں کیخسرو بادشاہ فارس کو خدا کا مسیح بیان کیا گیا - حضرت یسعیاہ نبی نے اپنی کتاب (۶۱ : ۱) میں خود اپنی بابت تحریر فرمایا ہے کہ "خدا نے مجھے مسیح کیا" دوم سلاطین (۹ : ۱ تا ۶) میں یاہو کو اور (۳۳ : ۳۰) میں یہو آخز کو مسیح لکھا گیا - دوم قرنتیوں کے خط (۱ : ۲۱) میں حضرت پولوس بھی اپنی شان میں تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"جس نے ہم کو ممسوح کیا سو خدا ہے"

اگر مغالطہ کا باعث یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اُٹھا لیے گئے تو پیدائش (۵ : ۲۴) سے حنوکؑ اور دوم سلاطین (۲ : ۱۱) سے حضرت الیاس کا آسمان پر زندہ اٹھا لیا جانا بھی ثابت ہے۔ قرنتیون کے دوسرے خط (۱۲ : ۲ تا ۴) میں پولوس بھی تیسرے آسمان تک اور فردوس بریں تک اپنی اسی دنیا کی زندگی میں پہونچایا جانا بیان فرماتے ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ کے نزدیک حضرت مریم بھی آسمان پر اٹھائی گئیں۔ یہ لوگ حضرت مریم سے بھی دعائیں مانگتے ہیں اور انہیں بہشت کی ملکہ کہتے ہیں۔

عیسائی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب زبدی کے بیٹوں کی ماں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سجدہ کیا (متی ۲۰ : ۲۰) تو آپ نے اُسے سجدہ کرنے سے منع نہ فرمایا اور یہ آپ کی الوہیت کی دلیل ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ انجیلی محاورہ میں سجدہ سے اکثر خوشامد یا فرمانبرداری مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں مکاشفات (۳ : ۷ تا ۹) میں آیا ہے کہ یہودی فلادلفیا کے کلیسہ کے پادریوں کے پاؤں پر آکر سجدہ کریں گے۔ جب اس سجدہ سے پادریوں میں الوہیت ثابت نہیں ہوتی تو زبدی کے بیٹوں کی ماں کے سجدہ کرنے سے مسیح کی الوہیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ بنت سبع نے داؤد علیہ السلام کو سجدہ کیا (اول سلاطین ۱ : ۱۶) ساؤل کے پوتے مفیبوست نے داؤد علیہ السلام کو سجدہ کیا (۲ سموائیل ۹ : ۶ و ۸) کوشی نے داؤد علیہ السلام کے سپہ سالار یوآب کو سجدہ کیا (۲ سموائیل ۱۸ : ۲۱) اخیمعض نے بادشاہ داؤد کے آگے سجدہ کیا (۲ سموائیل ۱۸ : ۲۸) شاہ بنوکدنضر یعنی بخت نصر اوندھے منہ گرا اور دانیال کے آگے اُس نے سجدہ کیا (دانیال ۲ : ۴۶) روت جو کہ مسیح کی پردادیوں میں سے تھیں بوعز کے سامنے زمین پر سجدہ میں گریں (روت ۲ : ۱۰) بائیبل میں اس قسم کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ کیا یہ سب لوگ جن کے آگے سجدے ہوئے مستحق الوہیت ہو گئے ؟۔ ایک اور مثال سن لیجئے جہاں ایسے شخص کے آگے سجدہ کرایا جاتا ہے جو بت پرست تھا اور خدا سے ناواقف تھا۔ ایسے شخص کے متعلق الوہیت کا گمان کسی صورت سے ہو ہی نہیں سکتا۔ کورس بادشاہ یعنی کیخسرو کی بابت یسعیاہ (۴۵ : ۴) میں خدا فرماتا ہے کہ تو مجھ کو

نہیں جانتا ۔ پھر اگلی آیت میں فرماتا ہے کہ میں نے تیری کمر باندھی اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا ۔ اسی کورس اپنی کیخسرو سے
یسعیاہ کے باب ۴۵ ہی کی آیہ ۱۴ میں یہ خطاب ہوتا ہے کہ :-

،، خداوند یوں فرماتا ہے کہ مصر کی دولت اور کوش کا منافع اور سبا کے قدآور لوگ تیرے پاس آویں گے اور تیرے ہو ویں گے اور تیری پیروی کریں گے ۔ وے بیڑیاں پہنے ہوئے اپنا ملک چھوڑ کے آویں گے اور تیرے آگے سجدہ کریں گے وے تیرے آگے منت کرینگے ،،

صاف ظاہر ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد منت وخوشامد ہے ۔ عبرانی انداز بیان اسی طور پر واقع ہوا ہے کہ ایک ہی مضمون کو دو مختلف طور پر بیان کیا جاتا ہے حالانکہ مقصد دونوں بیانوں کا ایک ہی ہوتا ہے ۔ مثلاً اقتباس بالا میں :- ،، تیرے آگے سجدہ کریں گے وے تیرے آگے منت کریں گے ،، یہاں عبرانی محاورہ کے مطابق سجدہ کرنے اور منت کرنے کے ایک ہی معنی ہیں اس طرح سے یہاں سجدہ کے معنی کو سمجھایا ہے ۔

بعض عیسائی علماء کی جسارت آپ نے ملاحظہ فرمائی ۔ اب ذرا مسیح علیہ السلام کے انکسار و عبدیت کی بھی سیر کیجئے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ :-

،، میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ نوکر اپنے آقا سے بڑا نہیں اور نہ وہ جو بھیجا گیا ہے اپنے بھیجنے والے سے اگر تم یہ باتیں سمجھتے اور ان پر عمل کرتے ہو تو مبارک ہو ،، (یوحنا ۱۳: ۱۵ و ۱۶ و ۱۷)

مسیح نے شمعون سے فرمایا کہ :-

،، میں نے تیرے لیے دعا مانگی کہ تیرا ایمان جاتا نہ رہے ،، ۔ لوقا ۲۲ : ۳۲)

اللہ سے دعا مانگنا عین عبدیت ہے ۔

آسمان پر جانے سے قبل مسیح نے مریم سے کہا :-

،، مجھ کو مت چھو کیونکہ میں ہنوز اوپر اپنے باپ کے پاس نہیں گیا پر میرے بھائیوں (یعنی حواریوں) پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں اوپر اپنے باپ اور تمہارے باپ پاس اور

اپنے خدا اور تمہارے خدا پاس جاتا ہوں" (یوحنا ۲۰ : ۱۷)

مسیح علیہ السلام کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خدا کی نسبت باپ کے لفظ کا استعمال اس زمانہ کا عام محاورہ تھا۔

"میں نے تو آپ سے نہیں کہا بلکہ باپ نے جس نے مجھے بھیجا فرما دیا کہ میں کیا بولوں اور کیا کہوں"

(یوحنا ۱۲ : ۴۹)

حاصل یہ ہے کہ اناجیل مروجہ سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا ہو، اور تثلیث کی تعلیم دی ہو بلکہ خالص توحید ہی کی تعلیم آپ دیتے رہے اور اپنے کو اللہ کا بندہ اور پیغمبر کہتے رہے۔ آپ کے حواریوں نے بھی آپ کو صرف نبی ہی سمجھا اور نبی ہی مانا۔ آپکے زمانہ کے لوگوں نے بھی آپ کو نہ الوہیت سے موصوف کیا نہ الوہیت سے آپ کو موصوف کرتے ہوئے کسی کو دیکھا یا سنا۔ آپکے دشمنوں تک نے آپ پر یہ الزام اس زمانہ میں نہ لگایا کہ آپ نے کبھی الوہیت کا دعویٰ کیا۔ تثلیث کو آپ کی تعلیم سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ بہت بعد کی بدعت ہے۔ ۳۲۵ء میں اس عقیدہ کی بنیاد مندرجہ ذیل صورت سے ڈالی گئی:۔

جارج سیل اپنے ترجمہ قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ۳۲۵ء میں کونسل نیس منعقد ہوئی اور اس میں مسیح کی الوہیت کا جس کی مدت سے گفتگو درپیش تھی، تصفیہ ہوا۔ اس کونسل کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ جب آریوس نے جو مسیح کی الوہیت کا منکر تھا اپنے مسئلہ کو دونوں یوسی بیوسیلوں اور دیگر علماء کی مدد سے خوب پھیلانا شروع کیا اور اتھانیشیس اوس کے مقابلہ پر کھڑا ہوا تب قسطنطین نے اس نزاع کو دیکھ کر اس کونسل کے انعقاد کا حکم دیا۔ اس کونسل میں تیرہ (۱۳) لشپ اور بہت سے پادریوں نے تثلیث سے انکار کیا۔ بعض لوگ تثلیث کے تو قائل ہو گئے مگر بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تثلیث میں داخل کرتے تھے۔ جب بادشاہ نے علانیہ حکم دے دیا کہ جو شخص تثلیث سے انکار کرے گا اس کا مال ضبط اور وہ خود جلاوطن کیا جائے گا۔ تب اکثر اراکین کونسل نے بادشاہ کے خوف سے تثلیث کے عقیدہ پر دستخط کر دیئے۔ بس اُس وقت سے تثلیث قائم ہوئی، اور

اتھانیشیس کا عقیدہ پھیلنا شروع ہوا۔

روبن تواریخ کلیسہ کے باب ۵ میں کونسل آف نیس کے متعلق لکھا ہے کہ اس دینی مباحثہ کے سبب بہت لوگ ستائے گئے بلکہ جان سے مارے گئے اور بڑی خونریزی کی لڑائیاں ہوئیں۔

جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"قسطنطین اعظم نے صرف اپنے ملک کے استحکام کے لیے مذہب عیسائی اختیار کیا تھا اور شخص ایسا ظالم تھا کہ لوگ اسے نیرو ثانی کہتے تھے۔ اس کے ہاں ایک مشہور انجمن بھی جسکو نیس کہتے تھے۔ اس مجلس نے پہلے پہل ۳۲۴ء میں حضرت مسیح کی خدائی کا مسئلہ نکالا"

سینٹ ہلیری جو چوتھی صدی کا ایک بشپ اور اگلے زمانہ کے پادریوں میں سے تھا ان مذہبی مناقشات کو بہت ناپسند کرتا تھا جن کے باعث ہزارہا عیسائی جان سے مارے گئے اور جن لوگوں کو آپس میں بھائی بنکر رہنا چاہیئے تھا انھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ:۔

"بڑے افسوس کی اور خوف کی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جس قدر رائیں ہیں اسیقدر مسائل اور جیسا جس کا میلان ہے ویسا ہی اس کا مذہب اور جتنی ہم میں کوتاہیاں ہیں اتنی ہی ہماری کفرگوئی اور بےادبی ہے کیونکہ ہم لوگ اپنے دل کی خواہش کے مطابق مسائل بنا لیتے ہیں پھر ان مسائل کو اسی طرح بناوٹ سے بیان کرتے پھرتے ہیں۔ ہر سال نہیں بلکہ ہر مہینہ ہم جدید مذاہب تراشتے ہیں اور ان کی اشاعت کرتے ہیں"

فلٹن صاحب کا قول ہے کہ:۔

"قسطنطین کے زمانہ سے بہت پہلے اکثر عیسائی خراب ہو گئے تھے اور اصول مذہب میں فتور آگیا تھا مگر بعدازاں جب اس نے علمائے مذہب کی بہت قدر کی اور انہیں اعلیٰ اعلیٰ مرتبوں پر پہنچایا تو یہ لوگ دولت کے خواہش مند اور اختیارات ملکی کے شائق ہو گئے اور انھوں نے

مذہب عیسوی کو خراب کر دیا،،

قسطنطین کے فیصلہ تثلیث کے باوجود اور باوجود دردناک خونریزیوں کے **آریوس** اپنے ہی عقیدہ توحید پر جما رہا اور اپنے عقیدہ کی لوگوں کو تعلیم بھی دیتا رہا۔ اُس کے بعد بھی عرصہ تک یہ تعلیم جاری رہی اور اب بھی عیسائیوں میں **یونی ٹیرین** فرقہ موجود ہے جو تثلیث کا قائل نہیں، الوہیت صرف خدا کے لیے قرار دیتا ہے اور مسیح کو ایک الہام یافتہ انسان سمجھتا ہے۔ ایام گزشتہ میں عیسائیوں میں ایک **آبیونی** فرقہ تھا جس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ محض ایک انسان تھے۔ سنہ ۲۰۰ء میں **آرٹمن** فرقہ پیدا ہوا اُس کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مسیح انسان ہیں۔ **سا سینین** فرقہ والے بھی مسیح کو صرف انسان اور الہام یافتہ سمجھتے تھے۔

مراتب ثلاثہ عیسائی علماء یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ جس طرح مسیح اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم ہیں اسی طرح اس ایک اقنوم میں بھی تین مرتبے شامل ہیں یعنی نبوت بادشاہت اور کاہنوں کی سرداری۔ مگر انجیل سے سوا مرتبہ نبوت کے اور کوئی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام میں ثابت نہیں ہوتا چنانچہ **یوحنا** (۱۸: ۳۶) میں ہے کہ :-

"یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہت اس جہان کی نہیں اگر میری بادشاہت اس جہان کی ہوتی تو میرے نوکر لڑائی کرتے تاکہ میں یہودیوں کے حوالہ نہ کیا جاتا پر میری بادشاہت یہاں کی نہیں ہے"

کاہن کے عہدہ یا کاہنوں کی سرداری پر آپ کا مقرر نہ ہونا جملہ اناجیل و حالات مسیح سے ثابت ہے۔ صرف مرتبہ نبوت کا ثبوت اناجیل موجودہ میں بھی بکثرت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام خود اپنی بابت **مرقس** (۶: ۴) میں فرماتے ہیں کہ :-

"نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں"

آپ کے اس قسم کے الفاظ جن سے آپ کی نبوت کا آپ ہی کی زبان سے اقرار پایا جاتا ہے **متی** (۱۳: ۵۷) اور **لوقا** (۴: ۲۴) اور **یوحنا** (۴: ۴۴) میں بھی موجود ہیں۔ حواریوں نے قصہ صلیب کے بعد بھی آپ کو نبی ہی کہا۔

(لوقا ۲۴: ۱۹) جب آپ نے ایک بیوہ کے مردہ لڑکے کو زندہ کر دیا تو سب ڈر گئے اور خدا کی تعریف کر کے بولے کہ:۔

" بڑا نبی ہم میں اُٹھا "، (لوقا ۷: ۱۱-۱۶)

جب آپ نے پانچ ہزار آدمیوں کو پانچ روٹیوں سے سیر کر دیا تو ان لوگوں نے کہا کہ :۔

" فی الحقیقت وہ نبی جو جہان میں آنے والا تھا یہی ہے "، (یوحنا ۶: ۱۴)

غرضکہ آپ نے خود اپنے آپ کو صرف نبی ہی فرمایا۔ آپ کے حواریوں نے آپکے اٹھ جانے کے بعد بھی آپ کو نبی ہی جانا۔ اور عوام الناس میں سے جن جن سے آپ کو سابقہ پڑا انھوں نے آپ کو نبی ہی سمجھا۔ جس طرح توحید الٰہی میں اقانیم ثلاثہ ثابت نہیں ہوتے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام میں مرتبہ نبوت کے ساتھ بادشاہت اور کہانت کا جمع بھی ثابت نہیں ہوتا۔

(باقی)

مرأة المثنوی

(مرتبہ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے رکن دار الترجمہ)

مثنوی مولانا روم

کا بہترین ایڈیشن جس میں مثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طور پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا اور انکی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھتا چلا جاتا ہے کئی انڈکس و فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشاء جو شعر چاہیں نکال سکتے ہیں۔ ایک لبسیط فرہنگ بھی ملحق ہے۔ غرض یہ کہ اس کتاب نے مثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔

کاغذ۔ کتابت۔ طباعت بہترین جلد نہایت اعلیٰ قیمت عٰلہ سکہ انگریزی للعہ سکہ عثمانیہ

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمائیے